OPEN ACCESS
Al Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219
ISSN (PRINT): 2707-1200

ARJISH, Vol: 5, Issue: 3,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjish.v5.3(21)u5.45-56
http://www.arjish.com

آبادی اور وسائل میں توازن: تعبیر و تجویز

Equilibrium of Population and Resources: Interpretation and Approach

Muhammad Aminuddin*
Bilal Hussain**
Pirzada Junaid Amin***

Abstract

Population and resources have an interdisciplinary relationship. The establishment of a sustainable society depends upon a balanced family. Environment, health, and socio-economic peace and prosperity are tempered due to rapid variations. The population and resources gap is misinterpreted in particularly in Muslim societies. The population has been recognized symbol of power for a country. Shortage of resources is not caused by population growth but a result of mismanagement. This crisis requires contemporary interpretation and some indirect approaches. Islam is a balanced religion and encourages balanced life and society. The article in hand will review the policies taken by various Muslim countries. It will denote governmental campaigns for management of family and resources. This paper will provide Islamic instructions on the equilibrium of population and resources. It will discuss minutely legitimacy of the population equilibrium campaign. This research will highlight the approachable zones to address this burning issue. It will introduce swift actions to be taken by individuals and the community at large.

Keywords: Population, Resources, Family, Islam, Approach

تعارف

اسلام بطور ضابطہ حیات ایک معتدل اور اصولی فکر کا حامل دین ہے۔ یہ فرد کو زندگی کے تمام شعبہ ہائے حیات میں توازن واعتدال کی ترغیب اور افراط و تفریط سے احتراز کی پالیسی دیتا ہے۔ بلا شبہ انفرادی واجتماعی زندگی باہمی جزء وکل کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کے ابتدائی ادارہ خاندان کی تشکیل، بقاء اور ترقی کے اصول وضوابط اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام میں خاندان کا ادارہ نکاح کے معاہدہ کے تحت وجود میں آتا ہے جس سے زوجین بلکہ دو خاندانوں کے مابین کئی حقوق وفرائض پیدا ہوتے ہیں۔ اسلامی تہذیب نکاح وخاندان کے مقاصد جنسی تسکین تک محدود نہیں ہیں بلکہ افزائش نسل اس کا اہم ترین ہدف گردانا جاتا ہے۔ اسلام تکثیر امت کی ترغیب تب دیتا ہے جب دیگر معاشی و سماجی حالات بہتر ہوں اور کسمپرسی اور فقر کی زندگی سے حفاظت کی دعا بھی سکھاتا ہے۔ اسلام نے جہاں بھی نکاح کی ترغیب دی ہے ساتھ میں فقر وغناء کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس مقالہ میں عصر حاضر کے متقاضی مصالح کے تناظر میں توازن آبادی کے لئے اقدامات جائزہ لیا جائے گا۔ اس میں مشرقی معاشرہ کی مذہبی اغلبیت کے پیش نظر ایسی متوازن آراء متعارف کروائی جائیں گی جو عوامی قبولیت اور خودکار حیثیت کی حامل ہوں۔ اس

* Lecturer, Department of Islamic Studies, Bahria College, Islamabad
** Research Investigator Law, Department of Law, Council of Islamic Ideology, Islamabad.
Email: dlaw@cii.gov.pk, hmbilal1204@gmail.com
*** Member of Council of Islamic Ideology, Islamabad.

مضمون میں توازن آبادی کے مسئلہ کا انفرادی دائرہ کار اور حکومتی ذمہ داری کی حدود کی نشاندہی کی جائے گی۔ یہ دور حاضر میں معیشت و معاشرت اور وسائل و آبادی کے توازن کے مسئلہ کے مناسب حال کے لئے بالواسطہ مؤثر تجاویز فراہم کرے گا۔ اس مقالہ میں توازن آبادی سے متعلقہ اسلامی احکامات سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔

انسانی معاشرہ کی بنیادی اکائی خاندان کے ادارہ کو حاصل ہے۔ تمام تہذیبوں میں اس ادارہ کو امتیازی تقدس کا درجہ حاصل رہا ہے۔[1] بلاشبہ روز ازل سے فرد نے اس ادارہ کی بقاء و خوشحالی کو اولین فریضہ گردانا ہے۔ اسی مقصد کی تکمیل میں اقوام عالم اپنی معاشرت میں تبدل و تغیر کی پالیسیاں بناتی رہی ہیں۔۔ دور اوائل میں قومیں ایک دوسرے کے وسائل پر قبضہ و تسلط جماتی تھیں پھر یونانی، رومی اور ہندو تہذیب و فلسفہ نے باقاعدہ معاشرتی انصاف کے قتل اور طبقاتی تقسیم کی راہ ہموار کی۔ اس تقسیم سے وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کی روایت مضبوط ہوئی ہے۔ معاشی و معاشرتی تقسیم کا نظریہ سب سے پہلے مالتھس (Malthus) نے اپنے ایک رسالہ "آبادی اور معاشرہ کی آئندہ ترقی پر اس کے اثرات"[2] میں متعارف کروایا کہ آبادی اور وسائل کی شرح نمو عدم توازن کا شکار ہے۔[3] مذکورہ مسئلہ ابتداء معاشی نظریہ کے تحت وجود میں آیا اور تدریجاً معاشرتی اور سیاسی اثرات بھی چھوڑنے لگا۔ اس مسئلہ کی نشاندہی کے بعد مقتدر اقوام نے تحریکی اقدام شروع کئے اور 1973ء میں اقوام متحدہ سے باقاعدہ عالمی پالیسی کا اجراء کروادیا گیا۔ برصغیر میں 1931ء میں ڈاکٹر ہٹن نے مردم شماری کی رپورٹ میں ہندوستان کی بڑھتی آبادی کی نشاندہی کی۔ تشکیل پاکستان کے بعد غیر سرکاری سطح پہ 1953 میں مذکورہ مسئلہ پہ آواز اٹھنی شروع ہوگئی تھیں لیکن باقاعدہ سرکاری سرپرستی میں ایوب دور میں آغاز ہوا۔ پاکستانی معاشرہ میں ایوب دور میں حکومتی سرپرستی میں فیملی پلاننگ سے موسوم مہم متعارف ہوئی جس کا نام عوامی ردعمل کے خوف پر "خاندانی بہبود" سے تبدیل کردیا گیا پھر بھٹو دور میں باقاعدہ ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا گیا جس کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔[4]

تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ آبادی ہمیشہ طاقت و قوت اور معاشی استحکام کی علامت سمجھی گئی ہے۔ دور جدید میں ترقی یافتہ ممالک، ترقی پذیر ممالک کی بڑھتی ہوئی آبادی کو معاشی خطرہ کیساتھ ساتھ اپنے سیاسی وجود کے لئے بھی لٹکتی تلوار سمجھتے ہیں۔ تخفیف آبادی کے ہدف کی خاطر بھاری بھر کم قرض اور ترقیاتی فنڈز مہیا کئے جاتے ہیں۔ حیران کن امر ہے کہ مغربی تہذیب انسان کو ہی انسان پر بوجھ قرار دے رہی ہے۔ جنگلی حیوان بھی اپنی تہذیب، تمدن و مدنیت میں اتنے خود غرض واقع نہیں ہوئے کہ اپنی نسل کو حق زندگی سے سلب کرلیں کہ وسائل میں کمی ہوجائے گی۔ صد حیف ہے ایسے غیر منطقی اور مضحکہ خیز نظریہ پر جس سے حقوق کی فراہمی کی بجائے حقوق سے محرومی کی ترغیب دی جائے۔ توانائی و خوراک کے بحران اور معیار زندگی کے تناظر میں بڑھتی آبادی نعمت ہے کیونکہ وسائل کی طاقت کیساتھ افرادی قوت بھی مسلمہ اہمیت ہے اور یہ قوت ترقی پذیر ممالک میں بالخصوص پاکستان میں وافر مقدار میں موجود ہے۔ نوجوان طبقہ کو درست اور مناسب استعمال کے لئے مؤثر اقدامات اٹھا کر اسی زحمت کو رحمت بنایا جاسکتا ہے۔

توازن آبادی کے نام پر افزائشِ نسل روکنا سراسر فطرت کی تخلیق میں مداخلت اور بنیادی حقوق سلب کرنے کے مترادف ہے البتہ اس

سے اپنے وسائل کے تناظر میں اپنے خاندان کی بہتر تنظیم و ترتیب کرنا ایک جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔ وسائل اور آبادی میں توازن کے مسئلہ دو پہلو رکھتا ہے آبادی کو وسائل کے مطابق کیا جائے اور وسائل کو آبادی کی شرح سے ہمکنار کیا جائے۔ بلاشبہ آبادی میں اضافہ ایک اہم معاشی و معاشرتی مسئلہ ہے لہذا اس کے لئے معاشی اور معاشرتی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ موجودہ ملکی وسائل کا دیانتداری سے استعمال اور تحقیق و جستجو سے نئے وسائل دریافت کرنے پہ توجہ دینی ہوگی۔ توازن آبادی کے مسئلہ کے لئے مختلف اصطلاحات اور نعروں کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے ضبط تولید، زچہ بچہ، تحدید آبادی، منصوبہ بندی، فیملی پلاننگ اور بچے دو ہی اچھے وغیرہ وغیرہ۔ دور جدید میں چونکہ مغربی دانش وروں نے مذکورہ مسئلہ کی نشاندہی کی جس سے یہ مغالطہ پیدا ہوا کہ شاید یہ کوئی مغربی فکر پر مبنی ایجنڈا ہے۔ بلاشبہ ہر فکر و نظریہ کے کچھ مفادات بھی ہوتے ہیں لیکن کلی طور پر مغربی ایجنڈا اسے موسوم کر کے گفتگو سے احتراز کرنا یقیناً کم فہمی اور مسئلہ کی معاشرتی اور فطری اہمیت سے مفر ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ جو قوم اعتدال کی بجائے غلو کو اختیار کرتی ہے وہ تباہی و تنزلی کا شکار ہوئی ہے۔

معاشرہ کی بہتر تشکیل، ترقی و خوشحالی اور امت کے جمیع مصالح و مفاد کے لئے وسائل اور آبادی میں توازن کی اسلام ہرگز نفی نہیں کرتا ہے۔ درایں تناظر اسلام مروجہ مغربی اصطلاحات اور فکر سے یکسر مختلف نظریہ رکھتا ہے۔ معاشی و معاشرتی ترقی کے لئے وسائل کی مؤثر تنظیم و تقسیم کی ترغیب اور ارتکاز دولت کی نفی کا درس دیتا ہے۔ اسی لئے مختلف مقامات پر زکوۃ، صدقات، خیرات اور قرض حسنہ، مزدور کے استحصال کی ممانعت جیسے امور سے وسائل کی منصفانہ تقسیم کو برقرار رکھتا ہے۔ مسلم معاشرہ میں کسی قسم کی سیاسی و سماجی یا معاشی و معاشرتی تقسیم روا نہیں۔ توازن آبادی کے لئے افزائش نسل کو روکنا اور نکاح کو محض جنسی تسکین تک محدود کرنا انسانی بنیادی حقوق سے محرومی کے مترادف ہے۔ وسائل کے عدم توازن کی کل وجہ آبادی کے اضافہ کو قرار دینا درست نہیں بلکہ وسائل غیر منصفانہ تقسیم اصل مسئلہ ہے۔ یہ طبقاتی تقسیم ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے نام سے بھی ہے اور ملکی سرمایہ دار، متوسط اور پسماندہ خاندانوں کے مابین بھی ہے۔ درحقیقت وسائل کے بارے بنیادی فلسفہ میں ہی تضاد ہے مغربی فکر وسائل پہ مطلق تسلط کو اپنا حق سمجھتا ہے جب کہ اسلام حقیقی مالک اللہ تعالی کو اور انسان کو بطور امانت حق دیتا ہے۔ وسائل اور آبادی دونوں کی تخلیق و تقسیم کا نظام اللہ تعالی کی مشیئت و حکمت میں ہے۔ خالق کائنات کا فرمان ہے:

"وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها ويعلم مستقرها ومستودعها كل في كتاب مبين"[5]

(اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے)۔

مذکورہ آیت میں رزق کے وسائل خالق کا ذمہ ہے اور وہ بخوبی نواز رہا ہے لیکن ان وسائل کی بہتر تنظیم تو انسان کے ذمہ ہے لہذا گندم کے ایک بیج سے سو دانے اس نے پیدا فرما دیئے اب اس کی تنظیم و تقسیم انسان کا کام ہے۔ اسی طرح مسلم ریاست و حکومت امانت الہی کی وجہ سے ذمہ دار ہے کہ وسائل کی تلاش اور بہتر تنظیم کو یقینی بنائے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے

"فالإمام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته"[6]

(لوگوں پر امیر یا حکمران بھی ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا)

ہر ذی روح کی پیدائش و موت، جنس و عمر، رزق اور اسباب کا تقدیری فیصلہ میں انسانی مداخلت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ البتہ مذکورہ تقدیر کے باوجود اسباب کے درست استعمال اور بہتر نظام زندگی کی بقاء کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وابتغ فيما آتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا "[7]

(اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول)

سب سے بنیادی نعرہ وسائل کی کمی کا لگایا جاتا ہے جبکہ وسائل کی کمی کی بنیاد پہ کسی کو بنیادی انسانی حقوق یعنی جان سے محروم کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

" ولا تقتلوا أولادكم من إملاق"[8]

(اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو، ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی (دیں گے)۔

ایک مثالی معاشرہ اور تہذیب کی تشکیل کے لئے تعلیم و تربیت، صحت اور دیگر بنیادی حقوق کی فراہمی از حد ضروری امر ہے۔ اسلام نے دیگر افرد معاشرہ کی طرح بچوں کے لئے بھی حقوق کا تفصیلی نظام متعارف کرواتا ہے۔ بچے کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ بچوں کی شخصیت اور کردار پہ خصوصی توجہ دے کر قوم کے مستقبل کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام تولیدی عمل سے ہی حقوق کا تعین کر دیتا ہے جیسا کہ بچہ جب حالت جنین میں ہو یعنی ماں حمل کیساتھ ہو تو اس کے اخراجات والد پہ ثبت ہوں گے بلا امتیاز کہ وہ عورت نکاح میں ہے یا طلاق یافتہ ہے حتی کہ عدت گزر چکی ہے۔ ارشاد باری تعالہ ہے کہ:

"وإن كن أولات حمل فأنفقوا عليهن حتى يضعن حملهن"[9]

(اور اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک اُن پر خرچ کرتے رہو)۔

اسلام نے عائلی قوانین کے تحت کثیر زوجگی (دوسری شادی) پر عدل و مساوات کی شرائط اسی لئے عائد کیں کیونکہ خاندان کے نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ اسی طرح اولاد کی بہتر پرورش اور تعلیم و تربیت کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔ ان فرائض منصبی کی وجہ سے اسلام نے نکاح کو سنت قرار دیا لیکن حالات کے مختلف تناظر میں مختلف فقہی حکم رکھا ہے۔ قرآن و سنت میں نکاح کی ترغیب کیساتھ فقر و غنا کا ذکر کرنا دلالت ہے کہ باہمی تعلق و ربط ضرور ہے لیکن تسلی رکھو اللہ فضل سے غنی فرمادے گا۔ پھر فرمایا جو استطاعت نہ رکھے وہ انتظار کرے بلکہ روزے رکھے یہاں تک کہ اللہ اسے غنی فرمادے۔

توازن آبادی سے عام فہم یہ ہے کہ زوجین اپنے جسم، صحت اور معاشی و معاشرتی وسائل و ذمداری کے مطابق بچوں کی ذمداری کی طرف جائیں۔[10] یہ مسئلہ عالمی، تاریخی و جغرافیائی حقائق کی روشنی میں مطالعہ کیا جانا چاہیئے۔ بعض ممالک میں آبادی کی کثرت مطلوب ہوتی ہے

جب کہ بعض حالات میں کثرت عیال انسان کو فقر کی طرف لے جاتا ہے جس کی راہ کفر تک بھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کاد الفقر أن یکون کفرًا"[11]

(قریب ہے کہ فقر وفاقہ انسان کو کفر تک لے جائے)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فطری طور پر بھی اللہ تعالی نے ماں اور بچہ کی صحت کی حکمت کے تحت تولید کا نظام ایک خاص عمر میں ہی رکھا ہے جیسے جب عورت اوائل عمری میں جسمانی کمزوری کا شکار ہوتی ہے یا اواخر عمری میں دوبارہ کمزور ہو جاتی ہے تو ان دونوں حصوں میں ماہواری یعنی تولید کی نشانی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب عورت تکلیف میں ہو تو مرد کو جماع سے منع کیا گیا ہے جیسے ماہانہ ماہواری کے ایام اسی طرح بعد از پیدائش نفاس کے ایام وغیرہ۔ ان مختلف توقف کے دورانیہ کی طرح رضاعت کی مدت بھی رکھ دی بلکہ تکمیل رضاعت کی مدت پہ تحسین فرمائی گئی ہے۔[12] اسلام نے مرد وعورت کی مساوی حقوق پہ زور دیا ہے یہاں بھی تولید صرف مرد کی خواہش پہ منحصر نہیں ہے اور نہ ہی وہ عورت کو مجبور کر سکتا ہے۔ اسی طرح مرد تنہا بھی تولیدی وقفہ مقرر نہیں کر سکتا بلکہ عورت کی مشاورت و رضامندی ضروری امر ہے جیسا کہ صراحت ہے کہ:

''یعزل عن الحرة باذنھا''[13]

(آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے ساتھ عزل کر سکتا ہے)

عموماً تمام تہذیبوں میں عائلی قانون کو مذہبی نوعیت کی حیثیت دی جاتی ہے اور بالخصوص اسلام نے ایک تہائی احکام اور تقریباً چھ سورتیں اس شعبہ پر بیان کی ہیں۔ عائلی معاملات میں حکومتی مداخلت کی اسلام استثنائی صورت میں محدود مشروط اجازت دیتا ہے۔[14] اسلام نے خواتین کے تحفظ کی خاطر، عورتوں اور بچوں کی صحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بوقت ضرورت باہمی رضامندی سے تولید میں توقف کی اجازت دی ہے۔ اصولی تناظر میں عموماً شادی کی ترغیب بلکہ سنت کہا ہے لیکن حالات کے تناظر میں واجب، مستحب اور مکروہ بلکہ حرام بھی قرار دیا گیا ہے[15] ایسے ہی بادی النظر میں تو کثرت امت کی ترغیب ہے لیکن زوجین، بچے یا اجتماعی معاشرتی مصالح کی خاطر کثرت عیال پہ ایسے ہی حکم کی درجہ بندی اور فقہی موقف کی ضرورت ہے۔ ہمارے کئی مسلم ممالک نے وسائل اور آبادی کے حصولِ توازن میں اقدامات کئے ہیں جن میں ترکی، ملائیشیا اور بالخصوص ہمارا ہمسایہ ملک ایران قابل ذکر ہیں۔

ایران کا تین نکاتی پروگرام:-

1 ایران نے قومی خاندانی منصوبہ بندی کے تحت تین بچوں کے بعد زچگی کی چھٹی کا فائدہ محدود کرنے کی پالیسی متعارف کروائی۔

2 18 سال سے کم اور 35 سال کے بعد تولید کی حوصلہ شکنی کی۔

3 علاوہ زیں تولیدی عمل کے درمیان تین سے چار سال کے توقف کو سراہنے کی پالیسی اختیار کی۔

حصول مقاصد کے لئے امدادی سرگرمیاں:-

شہروں سے دیہاتوں تک تولیدی صحت خدمات کی رسائی کے لئے صحت اور ٹریننگ کے مراکز کا نظام متعارف کروایا۔ اس کے ساتھ ہائی سکول و کالج کے آخری سالوں کے طلبہ و طالبات کو کورسز پڑھائے گئے۔ شادی کے سرٹیفکیٹ کے حصول سے قبل توازن آبادی پر وگرام میں شرکت اور مشاورت لازمی قرار دیا گیا۔ علاوہ ازیں ایران نے بالواسطہ اصلاحات میں ترجیحی بنیادوں پہ تعلیم کے شعبہ پر توجہ دی۔ 2014ء میں ایران نے وسائل اور آبادی میں توازن کے بعد ایسی پالیسیاں ختم کردیں۔ ایران جیسے ہمسایہ ملک کی پالیسی سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔ بالواسطہ اصلاحات سے قبل ایک اجمالی نظر اعداد و شمار پر ناگزیر ہے۔

اعداد و شمار:-

دنیا کی آبادی میں ہر 8 سیکنڈ میں ایک انسان کی پیدائش اور ہر 11 سیکنڈ میں ایک موت ہو رہی ہے۔ سب سے زیادہ آبادی والا حصہ براعظم ایشیا ہے بلکہ پاکستان، بھارت، چین اور بنگلہ دیش پوری دنیا کا 40 فیصد رکھتے ہیں۔ پاکستان کی آبادی کی شرح نمو 2030ء تک اسے دنیا کو چوتھا بڑا ملک بنادے گی۔ اس وقت پاکستان کی 30 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے ہے۔ اسی طرح شرح خواندگی صرف 58 فیصد ہے۔[16] پاکستان کی آبدی میں 64 فیصد نوجوان ہیں جو 15 سے 30 سال کے درمیان ہیں۔ انتخابی حق رائے دہی کا 44 فیصد حصہ نوجوان استعمال کرتے ہیں۔[17]

نتائج و اصلاحات/تجاویز:-

معاشرہ کی بہتر تشکیل اور ترقی و خوشحالی اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب ہر فرد اور ادارہ اپنی متعلقہ حدود میں کماحقہ ذمداری پوری کرے۔ فرد کے نجی معاملات میں حتی الامکان حکومتی مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔ توازن آبادی کے سلسلہ میں مذہبی و سماجی کارکنان یا زیادہ سے زیادہ رضاکارانہ ترغیب دلائی جاسکتی ہے لیکن حکومتی سرپرستی میں افزائش نسل کو روکنے کی ترغیب قطعاً جائز نہ ہے۔ وسائل کی کمی یا ماں بچہ کی صحت کی سہولیات حکومت وقت کی بنیادی ذمداری ہے جس سے حکومت راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح نسل نو کی تعلیم و تربیت معاشرہ و حکومت کی اجتماعی ذمہداری بھی ہے لیکن یہاں بھی حکومت دستبردار نظر آتی ہے۔ صحت و تعلیم کی سہولیات اور وسائل کی بہتر تنظیم کی بجائے مانع حمل ادویات اور ضبط تولید کے اشتہارات پہ کروڑوں ضائع کئے جارہے ہیں اور نتیجۃً ایسی ادویات سے صحت ناقص اور معاشرہ میں بے راہ روی کی تشہیر ہو رہی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ضبط تولید پہ کلی پالیسی کی بجائے وسائل و آبادی میں توازن کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔ بالواسطہ اصلاحی اقدامات سے ہمہ جہت کامیابی اور مثالی معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔

وسائل اور آبادی میں توازن اور معاشرہ کی بہتر تشکیل و تنظیم سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن جو وجوہات اور تدارک کے طریقے رواج پارہے ہیں وہ نظریاتی تخریب کے محرکات ثابت ہو رہے ہیں لہذا مذکورہ مسئلہ غلط پالیسیوں کے باعث اب اس حد تک حساس ہو چکا ہے کہ کسی بھی نام و عنوان سے اس پہ کرتے ہی عوامی ذہن اسے قبول سے پہلے رد کر دیتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں رہا کہ مذکورہ مسئلہ کے لئے براہ

راست حل کی بجائے بالواسطہ ذرائع اختیار کیے جائیں۔ تولیدی عمل کے لئے مانع حمل ادویات پہ کروڑوں خرچ کر کے بھی غیر شرعی اور قبولیت کی بجائے تردید ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ بالواسطہ ذرائع میں شادی، تعلیم، صحت اور کچھ انتظامی امور میں اصلاحات متعارف کروا کر آبادی کا وسائل کیساتھ توازن قائم کیا جاسکتا ہے۔ چند ایک معروضات پیش خدمت ہیں جن پہ عمل کرنا شرعا و قانونا قابل تحسین ہے اور نتیجۃ توازن آبادی جیسے کئی عصری مسائل کا تدارک بھی ہو جائے گا۔

1. شادی اور توازن آبادی:-

چونکہ آبادی کا بنیادی ادارہ خاندان ہے جس کی بنیاد شادی کے ذریعے رکھی جاتی ہے لہذا اس میں اصلاحات پورے خاندانی ڈھانچہ میں تبدیلی لا سکتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں شادی کی ترغیب دی گئی ہے لیکن جسمانی اور معاشی و معاشرتی اہلیت پہ زور دیتے ہوئے فقہاء نے باقاعدہ زوجین کی عمر، ذہنی پختگی، نان و نفقہ اور کفو جیسے امور پہ ابواب ترتیب دیئے ہیں۔ پاکستانی معاشرہ میں شادی کے وقت مذکورہ اہلیت کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے لہذا اصلاحات از حد ضروری ہیں۔ شادی اور توازن آبادی سے متعلقہ تجاویز یہ ہو سکتی ہیں:

1) شادی کی اہلیت میں بنیادی بات عمر کی ہے کہ ذہنی و جسمانی پختگی نہ ہونے کی وجہ سے کئی معاشرتی و نفسیاتی مسائل جنم لے رہے ہیں بلکہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے عورت موت کو گلے لگا کر بچہ کو زندگی دیتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں کم عمری میں استثناء شادی کی اجازت تو ہے لیکن مروجہ طریقہ نہیں رہا لہذا استثنائی صورت میں عدالت یا یونین کونسل کی اجازت ہو لیکن عمومی عمر کا تعین کرنا اجتماعی معاشرتی مصلحت ہے۔

2) شادی کے وقت زوجین کے مرد کی نان و نفقہ کی اہلیت پہ اسلام نے زور دیا ہے جسے مطلقا نظر انداز کیا جا رہا ہے جس کا بنیادی مقصد ہی یہ دیکھنا ہے کہ مرد اپنی بیوی، بچے اور خاندان کا بوجھ اٹھا سکتا ہے یا نہیں۔

3) اسلام نے زوجین کے کفو پہ زور دیا ہے کیونکہ ذہنی و معاشرتی کفو نہ ہونے سے خاندان کا ادارہ تباہ ہو جاتا ہے اور بچوں کی تولید و تربیت، گھر کی ترتیب و تنظیم کے عدم توازن سے اجتماعی معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔

4) اسلام شادی بالخصوص دوسری شادی یا خاندان بڑھانے کی ترغیب اس وقت دیتا ہے جب فرد جسمانی و ذہنی، معاشی و معاشرتی اور نفسیاتی وسائل رکھتا ہو ورنہ سخت شرائط عائد کی گئی ہیں۔

5) نکاح خواہ اور رجسٹرار دونوں کے لئے خطبہ نکاح کے موقع پر ازدواجی زندگی پہ مختصر نکات اردو میں بیان کرنے اور یک صفحہ لٹریچر تقسیم کی ذمہ داری ہو۔

6) مذکورہ بالا تمام صورتیں رضاکارانہ یا پھر کم از کم عدالتی استثناء کیساتھ ہوں اور سزا کی بجائے بمطابق قانون تعمیل تولید پہ حوصلہ افزائی/وظیفہ مقرر یا ایسے بچوں کی اعلی تعلیم مفت کرنے کی پالیسی اختیار کی جاسکتی ہے کیوں کہ سزا نفرت کو جب کہ حوصلہ افزائی محبت اور معاشرہ کی مضبوطی کا کام دیتی ہے۔

2. تعلیم اور توازن آبادی:-

کسی بھی قوم کی ترقی کا راز اس کے نظام تعلیم میں مضمر ہوتا ہے۔ تعلیم و تربیت کا ڈھانچہ جیسا ہو گا ویسی ہی معاشرہ کی پیداوار ہو گی لہذا اس شعبہ میں کی گئی اصلاحات بالواسطہ آبادی کے حجم اور وسائل کی تقسیم و تنظیم پہ اثرانداز ہوں گے۔ پاکستانی معاشرہ میں تعلیم کی شرح نہایت کم ہے اور پھر جو اوسط درجہ بالخصوص بچیوں کے لئے میٹرک ہے اس کے بعد عموماً گھر سے دور والدین خطرہ مول نہیں لیتے ہیں۔ اب اس درجہ تک کے نصاب میں زوجین یا خاندان کے ادارہ یا کم از کم معاشرتی روایات و اقدار کے بارے کتنی آگاہی دی جاتی ہے۔ ایک کثیر تعداد اس سے پہلے یا میٹرک درجہ کی تعلیم کے فوراً بعد رشتہ ازدواج سے منسلک ہو جاتے ہیں جنہیں بنیادی باتیں بھی اپنے روایتی دوستوں سیکھنی پڑتی ہیں۔ والدین اور اساتذہ کا اس بارے کردار نہایت محدود ہے لہذا اس شعبہ میں کچھ اصلاحات متعارف کروا کر ذہنی فکر کو پختہ کیا جا سکتا ہے جس سے زوجین اپنے گھر اور خاندان کا بہتر نظم و نسق کر سکیں گے اور نتیجۃً آبادی اور وسائل کی گتھی بھی سلجھائی جاسکے گی۔ تعلیم اور آبادی سے متعلقہ اقدامات یہ ہو سکتے ہیں:

1) شادی کے لئے بنیادی تعلیم (میٹرک/ایف اے) کی پالیسی متعارف کروائی جائے اس سے کم عمری کی شادی جیسے کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔

2) اعلی تعلیم کی تکمیل کے بعد اور وسائل کے مطابق شادی اور خاندان بڑھانے والے کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے وہ پھر دوسری تیسری شادی ہی کیوں نہ ہو۔

3) قبل از نکاح زوجین کو مختصر شادی کتابچہ پڑھنا لازم قرار دیا جایا جس میں حقوق و فرائض، اولاد کی تعلیم و تربیت اور ختم نبوت جیسے موضوعات شامل ہوں۔ نتیجۃً توازن آبادی اور عقائد جیسے مسائل حل ہوں گے بلکہ طلاق کی شرح میں بھی کمی آجائے گی۔ بالالفاظ دیگر ہوم اکنامکس (گھریلو امور) کے مضمون میں مذکورہ عنوانات بھی پڑھا دیئے جائیں۔

3. انتظامی اصلاحات اور توازن آبادی:-

اسلامی نظام قانون میں جزئیات و فروعیات کی بجائے اصولوں پہ زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسلام تکلیف و حرج کو رفع کرنے کا اصول متعارف کرواتا ہے ایسے ہی کسی بھی ترغیب و نفاذ کے لئے تدریج کے اصول دیتا ہے۔ انسانی آبادی کے پھلنے پھولنے اور اس میں وسائل کی منصفانہ تقسیم باقاعدہ ایک مضمون بلکہ شعبہ بن چکا ہے۔ اسلام فرد کے بعد خاندان کی بہتر تشکیل اور ترقی و خوشحالی پہ توجہ دیتا ہے۔ خاندان میں عورت سمیت تمام افراد کی بنیادی حیثیت اور حقوق کا ضامن ہے۔ زوجین کو باہمی مشاورت و رضامندی سے گھر و خاندان کے نظم و نسق کی ہدایت کرتا ہے۔ اسی طرح ریاست و حکومت کی معاشرہ کے بنیادی ادارہ خاندان کی حفاظت و ترقی کے لئے کام کرنا ذمہ داری ہے۔ آبادی کے تناسب سے وسائل کی منصفانہ تقسیم اور روزگار کے نئے وسائل کے ذرائع کی تحقیق کرنا بنیادی ہی فرض ہے۔ آبادی اور وسائل کی بہتر تنظیم اور خاندان کے ادارہ کی بہتری کے لئے انتظامی اصلاحات کی جاسکتی ہیں۔ انتظامی اصلاحات اور آبادی و وسائل کی تقسیم میں توازن:

1) مطلقاً افزائش نسل روکنا افرادی قوت کے ضیاع بالخصوص پاکستان جیسے دفاعی ملک کے لئے نہایت نقصان دہ پالیسی ہو گی لہذا جو فرد جتنے وسائل کا مالک ہو بمطابق شادی اور خاندان بڑھانے کی اجازت ہو۔

2) شادی رجسٹریشن اور پیدائش سرٹیفکیٹ کی طرز پہ تولید کا بھی فارم متعارف کروایا جاسکتا ہے جس سے نہ صرف زوجین کی مرضی معلوم ہو گی بلکہ قبل از نکاح میڈیکل سرٹیفکیٹ کا فائدہ بھی دے گا۔

3) ضلع سطح اور یونین کونسل میں پولیو جیسی کمیٹیوں میں پیش امام اور سکول اساتذہ کو ممبر شپ دے کر انہیں معاشرہ کی اہم بنیادی اکائی خاندان کی بہتری کی تربیت کی ذمہ داری دی جائے۔

4۔اعداد و شمار پالیسی اور توازن:-

حیران کن امر ہے کہ سنگین مسئلہ پر توجہ کی بجائے سیاست کی نذر کر دیا گیا ہے۔ آئینی ہدایت کے باوجود دس سالہ مردم شماری کی پالیسی پر اب دو دہائیوں بعد اعلیٰ عدالت کی مداخلت سے عمل ہوا ہے۔ تازہ ترین مردم شماری میں بھی سیاسی جماعتوں نے شہری و دیہاتی تفریق اور اعداد و شمار درست نہ ہونے پہ تنازع کھڑا کر دیا ہے کیونکہ پس پردہ سیاسی مقاصد کار فرما ہیں۔

1) مردم شماری بروقت اور درست طریقوں کروائی جائے۔

2) آبادی کے اعداد و شمار کے پیش نظر نئی سیاسی حلقہ بندیوں کی ضرورت ہے۔

3) شہری و دیہاتی درست اعداد و شمار سے نئی بہتر پالیساں بنانے اور نافذ کرنے میں معاونت ہو گی۔

5۔صحت اور توازن آبادی:-

معاشرہ کی خوشحالی و ترقی صحت کے راز سے پیوستہ ہوتی ہے۔ اگر آبادی صحت کی بنیادی سہولیات سے ہی محروم ہو تو ترقی درکنار اس کی بقاء بھی خطرہ سے دوچار ہو جاتی ہے۔ وسائل کی فروانی بھی صحت جیسی نعمت کو نہیں لوٹا سکتی لہذا اس پہ آغاز عمر بلکہ تولید سے قبل ہی احتیاطی تدابیر اختیار کرنا مصلحت ہو گی۔ اسلام بطور دین فطرت روحانیت یا آخرت سنوارنے کے علاوہ ہماری مادی زندگی کے لیے بھی ایک بہترین عملی اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلامی تعلیمات کی بدولت مادی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی عروج حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا مطمح نظر متوازن شخصیت کے حامل افراد تیار کر کے ایک قابل رشک معاشرے کی تشکیل ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

"لا تقتلوا أولادكم سرا فإن الغيل يدرك الفارس فيدعثره عن فرسه"[18]

(اپنی اولاد کو مخفی طور پر قتل نہ کرو کیونکہ غیل سوار پر اثر انداز ہوتا ہے اور اسے گھوڑے سے گرا دیتا ہے)۔

اسی طرح امام شافعی سے منسوب مقولہ ہے:

" العلم علمان، علم الأبدان، وعلم الأديان "[19]

علم کی دو قسمیں ہیں: علم ادیان (مذاہب کا علم) اور علم ابدان (طب کا علم)۔

ماں کی صحت کا بچہ کی صحت سے براہ راست تعلق ہوتا ہے اور اگر ماں جسمانی یا نفسیاتی کمزوری کا شکار ہو تو بچہ بھی متاثر ہوتا ہے پھر وہ بچہ کی کمزوری کوئی خوراک بھی دور پوری نہیں کر سکتی ہے۔ تولید کے آغاز سے آخر تک دورانیہ میں ماں کی صحت پہ خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے لہذا درج ذیل امور قابل غور ہیں:

1) دائمی نس بندی یا افزائش نسل سے انکار مقصد نکاح کے منافی ہوگا لہذا زوجین باہمی رضامندی سے عارضی اور وقتی طور پہ توقف کے دورانیہ میں طوالت کر سکتے ہیں جس کے لئے ماہر ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے۔

2) حاملہ خواتین کے لئے خصوصی قوانین برائے صحت کی تسدید کی جاسکتی ہے تاکہ ماں اور بچہ کی صحت برقرار رہ سکے۔

5۔ زراعت اور توازن وسائل:-

انسان کی بنیادی ضروریات زندگی میں اہم چیز خوراک ہے۔ پاکستان زراعتی ملک ہونے کے باوجود گندم، پھل اور دالوں سمیت اشیائے خوردونوش درآمد کررہاہے۔ یقیننا آبادی کے بڑھنے کیساتھ حکومت نے بروقت زراعت کے شعبہ میں اصلاحات متعارف نہیں کروائیں۔ زراعت کا شعبہ ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ شہری کی بنیادی ضرورت روٹی، کپڑا اور مکان اسی شعبہ سے وابستہ ہے لہذا اس میں اصلاحات متعارف کروانے سے وسائل کا بہتر استعمال اور اضافہ ہوگا۔

1) پیداوار خوراک کی صلاحیت بڑھانے کے لئے مؤثر اور محفوظ طریقے دریافت کرنے چاہئے۔

2) بیجوں کے ذخیرہ، نظام آبپاشی اور کیڑے مار ادویات کیساتھ ساتھ ذرائع آمدورفت میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔

6۔ متعلقہ دیگر شعبہ جات میں اصلاحات:-

ماحولیاتی آلودگی:- آبادی و وسائل میں عدم توازن سے کئی قسم کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی، جنگلات میں کمی، آلودگی اور کچرا اٹھکانے لگانے کے ناقص انتظامات سے ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہورہاہے۔ آبادی کے معیار زندگی کے لئے ماحول کا شفاف اور صحت آور ہونا بنیادی ضرورت ہے۔ آبادی کے تناسب سے نئے شہروں کا قیام، صفائی کا بہتر نظام، پارک و سیرگاہیں اور تفریح و سیاحت کہ سہولیات کی فراہمی بھی آبادی اور وسائل میں توازن اور معیار زندگی میں بہتری لائے گی۔

جرائم کی شرح نمو:- مصروفیت ترقی کا پیش خیمہ ہوتی ہے جبکہ فارغ البالی ذہنی تخریب کاری کا باعث بنتی ہے۔ علاوہ زیں آبادی میں نوجوانوں کی بیشتر تعداد اقتصادی مواقع سے محروم ہونے کی وجہ سے سٹریٹ کرائم اور عسکریت پسندی کا شکار ہورہی ہے۔ لہذا بالخصوص نوجون نسل کو بامقصد سرگرمیوں میں مصروف رکھنے اور ذرائع پیدوار میں اضافہ سے وسائل و آبادی میں توازن کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

معاشرتی تبدیلیاں:- خاندان کی بڑھتی ذمہ داریوں اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم سے کم دستیابی نے عصر حاضر کے انسان کو پریشانی سے دوچار کرر کھاہے۔ صبح سے شام وسائل کی تلاش میں معاشرتی تعلقات میں تنزلی بلکہ اپنے خاندان کے افراد کو بھی وقت نہیں دے رہاہے۔ خوشی و غمی کے لمحات میں اپنوں کیساتھ وقت بانٹنا معمہ بن چکاہے۔ معاشرتی اقدار کی حفاظت مشکل ہوتی جارہی ہے۔ مادیت پسندی کی بجائے

قناعت وتوکل، قرض حسنہ، باہمی تعلقات وذمہ داریوں کی اہمیت سے وسائل کے توازن میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

اوقات کار کی تنظیم و تقسیم:- فرد و قوم کا اہم سرمایہ کا وقت ہوتا ہے۔ وقت کے بہتر استعمال سے ترقی و خوشحالی کا سفر سہل ہو جاتا ہے جبکہ وقت کا ضیاع تباہی ہے۔ روزمرہ امور کی ایسی تنظیم و تقسیم کی جائے کہ معاشرہ کے تمام افراد اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں۔ دفتری اوقات کار میں اصلاحات متعارف کروائی جائیں۔ مسلم معاشرہ میں فجر کے بعد رزق کی تلاش کرنا مستحسن معمول رہا ہے اس میں برکت رکھی گئی ہے۔ اسی طرح موبائل وانٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کا بے دریغ استعمال کرنے والی نوجوان نسل کو ایک سمت دی جائے تاکہ اس سے قومی وملکی فائدہ ہو۔

حوالہ جات

---

1 خالد رحمان، سلیم منصور خالد، عورت، خاندان اور ہمارا معاشرہ: مسائل اور تدارک،(انسٹیٹوٹ آف پالیسی سٹڈیز: اسلام آباد، 2007ء)12-13
Khalid Rahman, Saleem Mansoor Khalid, Woman, Family and Our Society: Problems and Solution, (Institute of Policy Studies: Islamabad, 2007), 12-13

2 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلام اور ضبط ولادت، (اسلامک پبلی کیشنز: لاہور)19
Maududi, Syed Abū al-Aʿlā Mawdūdī, Islam and Birth Control,(Islamic publications: Lahore)19

3 خاکوانی، ساجد، آبادی کا عالمی دن، ماہنامہ دختران اسلام، (تحریک منہاج القرآن: لاہور، جولائی 2012ء)2
Khawkwani, Sajid, World day for Population, Monthly Dukhtran-e-Islam, (Tahreek-e-Minhaj-ul-Quran: Lahore, July 2012)2

4 پھلواری، شاہ محمد جعفر، اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی: اندیشہ اور حقائق، (فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن: لاہور)۱
Phulwarvi, Jafar Shah, Islam and Family Planning: Fear and Facts, (Family Planning Association: Lahore)1

5 قرآن، 6:11
Quran, 6:11

6 أبوداود، سليمان بن الأشعث، سنن ابي داود، (دار الرسالة العالمية: بيروت، 2010ء)2928
Abū Dā'ūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath, Sunan Abi Dawood, (ar al-Risalah al-Alamiyah: Beruit, 2010) 2928

7 قرآن77:28
Quran, 28:77

8 ایضا، 151:6
Ibid. 6:151

9 ایضا۔ 65:6
Ibid. 6:65

10 شیخ نیاز احمد، اردو انسائکلوپیڈیا آف اسلام، (ادارہ معارف اسلامی: لاہور، ۱۹۸۷ء)۴۴۷
Sheikh Niaz Ahmed, Urdu Encyclopedia of Islam, (Idara Ma'arif Islami: Lahore, 1987) 447

11 بیہقی، احمد بن الحسين بن علي، سنن کبری بیہقی، (دار الكتب العلمية: بیروت، 2003ء)6612

Bayhaqi, Ahmad ibn al-Husayn ibn `Ali, Sunan Kubra Bayhaqi,(Dar Al Kotob Al-Ilmiyah: Beruit,2003)6612

[12] قرآن 2:233

Quran, 2:233

[13] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمختار علی الدر المختار (دار الفکر: بیروت، 1992ء) 3/175

Ibn 'Abidin , Muḥammad Amīn b. ʿUmar b. ʿAbd al-ʿAzīz, *Radd al*-Muhtār '*ala al-Durr al-Mukhtār*,(Dar-ul-Fikr: Beirut, 1992), 3/175

[14] غازی، محمود احمد، محاضرات فقہ، (الفیصل پبلشر: لاہور، 2003) 236-272

Ghazi, Mahmood Ahmed, Muhazrat e Fiqh, (Al Faisal Publishers: Lahore, 2003) 272-236

[15] مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، الھدایہ، (مکتبہ رحمانیہ: لاہور، 2003) 2/25

Marghīnānī، Burhān al-Dīn Abu'l-Ḥasan 'Alī bin Abī Bakr, Al-Hidayah, (Maktaba Rahmaniya: Lahore, 2003) 2/25

[16] Pakistan Demographic and Health Survey 2017-18 (National Institute of Population Studies: Islamabad)381

[17] https://kamyabjawan.gov.pk/home/urdusapmmessages

[18] بیہقی، سنن کبری بیہقی، 7/464

Bayhaqi, Sunan Kubra Bayhaqi, 7/464

[19] اصبہانی، احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، (السعادۃ: مصر، 1996ء) 9/142

Asbhani, Ahmad bin Abdullah, Hilyat ul- Awliya wa Tabaqat-ul-Asfiya, (Al-Sa'adat : Egypt, 1996) 9/142